قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 15 جون 2021ء | 04 ذوالقعدہ 1442ہجری قمری | جلد: 3 | شمارہ: 141

فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب کے حوالے سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اے آدم کے بیٹے! تُو اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھوا کر (مطمئن ہو جا)، نہ آگ لگنے کا خطرہ، نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر۔ میرے پاس رکھا گیا خزانہ مَیں پورا تجھے دوں گا اس دن جبکہ تُو اس کا سب سے زیادہ محتاج ہو گا۔‘‘

(شعب لایمان طلبیسھقی کتاب الزکاۃ باب التحریض علیٰ صدقۃ التطوع)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک انفاق فی سبیل اللہ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے اپنے مال کے سایہ میں رہے گا۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 148)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

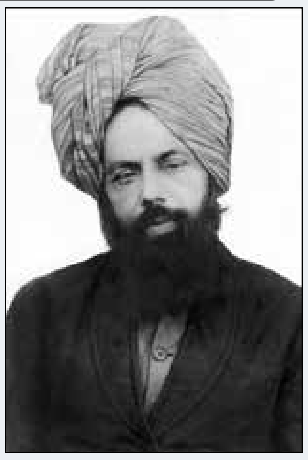

بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے

’’مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا جو اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے دُور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 498۔ ایڈیشن 1989ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’میں یقیناً جانتا ہوں کہ خسارہ کی حالت میں وہ لوگ ہیں جو ریا کاری کے موقعوں میں تو صدہا روپیہ خرچ کریں۔ اور خدا کی راہ میں پیش و پس سوچیں۔ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر پھر اپنی خِست اور بخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے۔ جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے ... جو ہمیں مدد دیتے ہیں۔ آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 156۔ ایڈیشن 1989ء)

ارشاد باری تعالیٰ

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۳﴾

(آل عمران: 93)

ترجمہ:۔ تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

شرط یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال پاک مال ہو، پاک کمائی میں سے ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اتنے اجر اگر لینے ہیں اور اپنے مال کے سائے میں رہنا ہے تو گند سے تو اللہ تعالیٰ ایسے اعلیٰ اجر نہیں دیا کرتا۔ اور جن کا مال گندہ ہو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے نہیں ہوتے اور اگر کہیں خرچ کر بھی دیں۔ اگر لاکھ روپیہ جیب میں ہے اور ایک روپیہ نکال کر دے بھی دیں گے تو پھر سو آدمیوں کو بتائیں گے کہ میں نے یہ نیکی کی ہے۔ لیکن نیک لوگ، دین کا درد رکھنے والے لوگ، جن کی کمائی پاک ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی بڑی قدر کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے ایک کھجور بھی پاک کمائی میں سے اللہ کی راہ میں دی۔ اور اللہ تعالیٰ پاک چیز کو ہی قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کھجور کو دائیں ہاتھ سے قبول فرمائے گا اور اسے بڑھاتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ پہاڑ جتنی ہو جائے گی۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے چھوٹے سے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک بڑا جانور بن جاتا ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب)

آج جماعت میں ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے تکلیفیں اٹھا کر اپنی پاک کمائی میں سے جو قربانیاں کیں اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت ڈالی۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 9 جنوری 2004ء بحوالہ الاسلام)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- آنکھوں میں وہ ہماری رہے ابتدا یہ ہے (منظوم)
- نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
- بنیادی مسائل کے جوابات

دربارِ خلافت

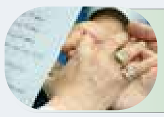

عبد جب صحیح طور پر عبودیت کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے تو اُس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک لوہے کا ٹکڑا آگ میں پڑ کر آگ کا انگارہ ہو جاتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی وفات کے متعلق الہامات ہو رہے تھے اُنہی دنوں کا واقعہ ہے کہ جلسہ سالانہ مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔حضور نے اس جلسہ میں نماز کے بعد متعلق تقریر فرماتے ہوئے سورۃ فاتحہ کی تشریح فرمائی اور عبودیت کے معنی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عبد جب صحیح طور پر عبودیت کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے تو اُس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک لوہے کا ٹکڑا آگ میں پڑ کر آگ کا انگارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صفاتِ الٰہیہ سے عبد متصف ہو جاتا ہے جس طرح کہ وہ لوہا کا ٹکڑا آگ نہیں ہوتا بلکہ اپنی ماہیت میں لوہا ہوتا ہے اور عارضی طور پر آگ کی کیفیت اُس میں سرایت کرتی ہے۔ اسی طرح عبد اپنی حقیقت میں انسان ہوتا ہے لیکن اس میں صفاتِ الٰہیہ کام کر رہی ہوتی ہیں ایسے عبد کا ارادہ اپنا نہیں ہوتا بلکہ الٰہی ارادے کے ساتھ اُس کی تمام حرکات وسکنات وابستہ ہوتی ہیں۔

(روایات حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 50)

پس ایسی عبودیت کی تلاش کی کوشش ہر احمدی کو کرنی چاہئے اور یہی حقیقی مومن ہونے کی نشانی ہے اور یہی چیزیں پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے۔

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری روایت کرتے ہیں کہ غالباً1906ء کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ نے اپنی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میری موت اب قریب ہے اور مَیں جب اپنی جماعت کی حالت دیکھتا ہوں تو مجھے اُس ماں کی طرح غم ہوتا ہے جس کا دو تین دن کا بچہ ہے اور وہ مرنے لگے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر مجھے کامل یقین ہے کہ وہ میری جماعت کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ یہ ایک دل کا اطمینان ہے۔

(روایات حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 8 صفحہ 68)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت روزانہ بڑھ رہی ہے اور بڑھتی چلی جارہی ہے لیکن صرف تعداد میں بڑھنا ہی کافی نہیں، ہمیں اپنے ایمانوں کی بھی فکر کرنی چاہئے، اپنی روحانیت کی بھی فکر کرنی چاہئے اور اس میں بھی بڑھنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اور اپنے ایمانوں کو اور اپنی نسلوں کے ایمانوں کو بچانے کے لئے ہر وقت اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ نہ صرف یہ ایمان ہمارے تک ہی محدود رہیں بلکہ اپنی اگلی نسلوں میں بھی ہم یہ ایمان پیدا کرنے والے بنیں اور اس کے لئے نیک نمونے قائم کریں تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں سے ہمیشہ فیض پانے والے بنتے چلے جائیں اور آپ کی فکروں کو دور کرنے والے بنتے چلے جائیں۔ اور یہی چیزیں ہیں جو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھائیں گی اور یہ جو صحابہ کے واقعات میں نے بیان کئے ہیں یہ اصل میں تو اس لئے کئے ہیں تا کہ ہمارے سامنے کچھ نمونے ہوں اور ہمیں مختلف ذریعوں سے پتہ لگے کہ کس طرح صحابہ اپنے عشق و محبت کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کرتے تھے، کس طرح کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے ساتھ تھا اور کیا وہ روحانی انقلاب تھا جس کے لئے وہ پروانے ہر وقت شمع کے گرد اکٹھے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے ایمانوں میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں اور کبھی کسی بھی قسم کی ایسی حرکت ہم سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنے۔

(خطبہ جمعہ 24/ جون 2011ء)

آنکھوں میں وہ ہماری رہے ابتدا یہ ہے

آنکھوں میں وہ ہماری رہے ابتدا یہ ہے
ہم اس کے دل میں بسنے لگیں انتہا یہ ہے
روزہ نماز میں کبھی کٹتی تھی زندگی
اب تم خدا کو بھول گئے، انتہا یہ ہے
لاکھوں خطائیں کرکے جو جھکتا ہوں اُس طرف
پھیلا کے ہاتھ ملتے ہیں مجھ سے وفا یہ ہے
راتوں کو آکے دیتا ہے مجھ کو تسلیاں
مردہ خدا کو کیا کروں میرا خدا یہ ہے
کیا حرج ہے جوہم کوپہنچ جائے کوئی شر
پہنچے کسی کو ہم سے اگرشر برا یہ ہے
اس کی وفا ومہر میں کوئی کمی نہیں
تم اس کو چھوڑ بیٹھے ہو ظلم وجفا یہ ہے
مارے جلائے کچھ بھی کرے مجھ کو اس سے کیا
مجلس میں اس کے پاس رہوں مدعا یہ ہے
بوئے چمن اڑائے پھرے، جو، وہ کیا صبا
لائی ہے بوئے دوست اڑا کر صبا یہ ہے

کلام محمود صفحہ 201

آج کی دعا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْأَعْوَرِ الْكَذَّابِ۔

(مسند احمد بن جنبل حدیث نمبر:2667)

ترجمہ: میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں آگ کے عذاب سے، اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں فتنوں سے خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اندھے اور جھوٹے کے فتنہ سے (یعنی دجال سے)۔

یہ سید و مولیٰ خاتم النبیین، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی قبر کے عذاب سے اور دجالی فتنوں سے بچنے کی دعا ہے۔

ابو نصرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ بصرہ کے لوگوں کے منبر پر تھے کہ میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے نبی ﷺ ہر نماز کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے (مندرجہ بالا دعا)

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ:

اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں آگ کے عذاب سے، اور قبر کے عذاب سے، اور سینے (میں پوشیدہ باتوں) کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کی تکلیف سے۔

(صحیح ابن حبان حدیث:1002)

مرسلہ: مریم رحمٰن

خالد محمود شرما۔ کینیڈا

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں

بچپن میں ہم ایک رسالہ پڑھا کرتے تھے جو حکیم محمد سعید مرحوم کے ادارے ہمدرد فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ''نونہال'' کے نام سے شائع ہوا کرتا تھا۔ پڑھنے کے بعد وہ ہمارے کمرے کی الماری میں بنی چھوٹی سی لائبریری کی زینت بن جاتا تھا۔ اس زمانے میں ہم نے بعض جنوں بھوتوں، شہزادوں وغیرہ کی کہانیاں ایسی پڑھیں جو تھیں تو بظاہر ناممکن مگر وہ گہرا سچائی کا سبق دے جاتی تھیں۔ اور پھر اسی قسم کی سبق آموز کہانیوں پر مبنی بچوں کے پروگرام بھی ہم نے پی ٹی وی پر دیکھے۔ آجکل کے دور میں تو ایسی سبق آموز کہانیاں لکھنے اور پروگرام بنانے کا رواج ہی ختم ہوتا جارہا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اعلیٰ اقدار کو اجاگر کرنے کا جذبہ ابھی زندہ تھا۔

وہ کہانیاں اس قسم کی ہوتی تھیں کہ مثلاً ایک شہزادہ ہے اس کو مہم سر کرنی ہے مگر شرط یہ ہے کہ دائیں بائیں کی آوازوں پر کان نہیں دھرنے، ان سے متاثر ہوئے بغیر سیدھے راستے پر چلتے ہوئے اپنی مہم کو سر کرنا ہے۔ جہاں بھی کوئی ان آوازوں سے متاثر ہو کر انکی طرف دیکھے گا وہ وہیں پتھر کا ہو جائے گا۔ اب بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے مگر جب ہم روحانی دنیا کی بات کریں تو بعینہٖ یہی واقعہ رونما ہوتا ہے۔ جہاں بھی انسان صراط مستقیم پر چلتے چلتے بیرونی آوازوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ وہیں پتھر کا ہو جاتا ہے۔ یعنی شیطان کا بندہ بن جاتا ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا ایندھن پتھر بھی ہونگے۔ یہ وہی پتھر ہیں جو صراط مستقیم پر چلتے ہوئے کھوئے گئے۔ ان کہانیوں میں آگے چل کر یہ بھی آتا ہے کہ باوجود سمجھانے کے کہ ان آوازوں سے خوف نہ کھاؤ۔ یہ بے اثر آوازیں ہیں۔ ان کی لالچ اور تمناؤں کے بہکاوے میں نہیں آنا یہ محض دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔ پھر بھی کئی لوگ جانتے بوجھتے ہوئے ان آوازوں کی طرف دیکھتے ہیں اور وہیں پتھر کے ہو جاتے ہیں۔ جب شہزادہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں سفر کرتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ جگہ جگہ راستے میں لوگ پتھر بنے ہوئے ہیں۔ بالآخر جب وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچتا ہے اور زندگی پاتا ہے تو اس سے پتھر بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔

اب اس طرح کی کہانیاں جو ہم نے پڑھیں جو بظاہر عجیب وغریب ایک مصنوعی کہانی لگتی ہے۔ غور کریں تو خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا شہزادہ ایک نبی کی صورت میں جب مبعوث کیا جاتا ہے تو وہ بھی ایسا ہی زمانہ ہوتا ہے جب ہر طرف سے شیطانی آوازوں کی گونج سنائی دے رہی ہوتی ہے۔ کبھی حرص وطمع کی شکل میں، جھوٹی جنّتوں کے نظارے دکھائے جارہے ہوتے ہیں کہ آؤ تمہیں یہاں آرام وراحت ملے گی۔ لیکن جب انسان اپنے نفس کا غلام بن کر ان لذّتوں پر ہاتھ ڈالتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لذّتیں تو عارضی تھیں جو ساتھ دکھ لئے ہوئے تھیں۔ محض ایک سراب تھا۔

فَلَوۡلَاۤ اِذۡ جَآءَہُمۡ بَاۡسُنَا تَضَرَّعُوۡا وَ لٰکِنۡ قَسَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ

(الانعام: آیت 44)

پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی (کی مصیبت) آئی کیوں نہ انہوں نے گریہ وزاری کی۔ لیکن ان کے دل سخت ہو چکے تھے اور شیطان نے ان کو وہ اعمال خوبصورت کر کے دکھائے جو وہ کیا کرتے تھے۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ آج بھی وہ خدا کے بھٹکے ہوئے بندے جن کو ان کا شیطان بعض دفعہ نصیحت کے رنگ میں، سبز باغ دکھا کر، نیکی کا لبادہ اوڑھے اور بعض دفعہ ڈرا کر خدا کے رستے سے ہٹانے کیلئے کوشاں رہتا ہے۔ جو ڈر جائیں ان پر روحانی موت طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک ہے جو خدا کی روحانی سلطنت کا شہزادہ جو خدا کی مدد کے ساتھ اسی کے بتائے ہوئے راستے پر کشاں کشاں آگے بڑھتا رہتا ہے۔ نہ دائیں دیکھتا ہے نہ بائیں اور توحید کا علم بلند کئے ہوئے اپنی منزل مقصود تک پہنچتا ہے جہاں خدا اس کو اپنی گود میں لے لیتا ہے۔ پھر باقی سفر خدا کی گود میں ہی کٹتا ہے۔

ابتدا سے تیرے ہی سائے میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

(مُناجات اور تبلیغ حق، دُرِّثمین اُردو)

خدا کی گود میں آتے ہی جب وہ کسی پتھر پر پھونک مارے گا وہ پتھر زندہ ہو جائے گا۔ صدیوں کے روحانی مردے فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعاؤں سے اسی طرح زندہ ہوتے ہیں۔

لیکن ہر انسان جب نبی کی پیروی میں صراط مستقیم کا سفر اختیار کرتا ہے تو بھی خطرہ موجود رہتا ہے کہ وہ کسی بھی لحہ اپنے نفس کا بندہ بن کر دنیا کی لذّتوں میں کھویا جائے اور اس راہ سے ہٹ کر گمراہ ہو جائے۔ پس دونوں طریقے ہی پتھر بنانے والے ہیں۔ جہاں ہم اپنے نفس کے شیطان کی آواز سن کر سیدھے راستے سے ہٹے وہیں خدائے واحد ویگانہ کی عبادت ختم اور شیطان کی شروع۔

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاُزَیِّنَنَّ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ

(الحجر: آیت 40)

اس نے کہا اے میرے ربّ! چونکہ تو نے مجھے گمراہ ٹھہرا دیا ہے سو میں ضرور زمین میں (قیام) ان کے لئے خوبصورت کر کے دکھاؤں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔

اب یہاں اگر ہر انسان نظر انصاف سے اپنے اندرونی حالت کا جائزہ لے تو معلوم ہوگا کہ زندگی کے کسی نہ کسی لمحے میں، جانے انجانے میں اس نے شیطان کی عبادت کی ہے۔ کیوں کہ جب انسان نفس کی عبادت کرتا ہے تو وہ شیطان کی عبادت ہی کر رہا ہوتا ہے۔ انسان کا دل گواہی دے گا کہ میں لاعلمی میں کبھی نہ کبھی شیطان کی آواز پر لبیک کہہ چکا ہوں۔

ھویٰ کو اپنا معبود بنانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَ قَلۡبِہٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنۡ یَّہۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ

(الجاثیہ: آیت 24)

کیا تُو نے اسے دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو ہی معبود بنائے بیٹھا ہو اور اللہ نے اسے کسی علم کی بنا پر گمراہ قرار دیا ہو اور اس کی شنوائی پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہو اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہو؟ پس اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا پھر بھی تم نصیحت نہیں پکڑو گے؟

ھویٰ کے کیا معنی ہیں۔ نفس کی تمنّا، نفس کی خواہش کو ''ھویٰ'' کہتے ہیں۔ شیطان نے جسے اپنے نفس کی تمنّا میں مبتلا کر دیا ہو۔ اپنے نفس کا اسیر بن چکا ہو۔ قرآن کریم نے اس کو بھی شرک کہا ہے۔ ظاہری شرک کرنے والے تو نبی کی دعاؤں کے فیض سے ہدایت پا جاتے ہیں لیکن قرآن کریم کے فرمان کے مطابق اگر کوئی ظاہری مشرک نہ بھی ہو تو اگر اس نے اپنے نفس کو محبوب بنایا تو اس کی ہدایت کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں یعنی ان کے کانوں، دلوں اور آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اب دیکھیں کتنا بڑا شرک ہے۔ مگر پھر بھی روزمرہ کی زندگی میں سب سے زیادہ عبادت اپنے نفس کی عبادت ہی نظر آتی ہے۔

شیطان کے حملوں کی اقسام

ایک حملہ تفکرات کا ہے۔ جہاں دنیاوی تفکرات اتنا ہجوم کر لیں انسان کے دل و دماغ پر کہ خدا کا تصور مغلوب ہو جائے، مدھم ہو جائے۔ تو یہ روحانی مرض رفتہ رفتہ شرک کا روپ دھار لیتا ہے۔ کسی کا پیارا بچہ، عزیز رشتہ دار وغیرہ فوت ہو جائے، کسی کو مالی نقصان ہو جائے، ملازمت چلی جائے یا کوئی جائداد کا مقدمہ ہار جائے تو فوراً یہ تفکرات انسان کو اس طرح گھیر لیتے ہیں کہ پھر معلوم پڑتا ہے کہ اس نے تو اپنے نفس کو معبود بنایا تھا یا کہ نہیں۔ اگر تو نفس ہی اس کا معبود تھا تو پھر وہ وہیں خطرہ محسوس کرتا ہے اور خدا پر بھی مایوس ہو کر زبان کھولنے لگ جاتا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىہُ رَبُّہٗ فَاَکۡرَمَہٗ وَ نَعَّمَہٗ ۬ فَیَقُوۡلُ رَبِّیۡۤ اَکۡرَمَنِ

(الفجر: آیت 16)

پس انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس کا ربّ اُس کی آزمائش کرتا ہے پھر اُسے عزّت دیتا اور اُسے نعمت عطا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے ربّ نے میرا اکرام کیا ہے۔

وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىہُ فَقَدَرَ عَلَیۡہِ رِزۡقَہٗ ۬ فَیَقُوۡلُ رَبِّیۡۤ اَہَانَنِ

(الفجر: آیات 17)

اور اس کے برعکس جب وہ اُس کی آزمائش کرتا اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے ربّ نے میری بے عزتی کی ہے۔

لیکن جو لوگ اپنی ھویٰ کو اپنا معبود سمجھنے کے بجائے خدا تعالیٰ کو اپنا معبود سمجھتے اور اپنی سوچوں کا قبلہ اسی کی طرف رکھتے ہیں ان کا تو یہی جواب ہوتا ہے کہ

اَلَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

(البقرہ: آیت 157)

اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ وَ مَنۡ يَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَ رَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ

(النور: آیت 22)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو وہ تو یقیناً بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی پاک نہ ہو سکتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تشریح میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

قرآن کریم میں چار پانچ مختلف جگہوں پر یہ حکم ہے کہ شیطان کے قدموں پر نہ چلو، ان پر چلنے سے بچتے رہو۔ کبھی عام لوگ مخاطب ہیں اور بعض جگہ مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ تو ایمان لانے والوں کو یہ تنبیہ کی ہے، مومنوں کو یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ ہم ایمان لے آئے اس لئے ہمیں اب کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ تمہیں فکر کرنی چاہئے۔ کیونکہ جہاں تم ذرا بھی لاپرواہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹی تو تمہارا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہر وقت موجود ہے۔ کیونکہ شیطان گھات میں بیٹھا ہے۔ اس نے تو آدم کی پیدائش کے وقت سے ہی کہہ دیا تھا کہ اب مَیں ہمیشہ اس کے راستے پر بیٹھا رہوں گا اور شیطان نے اپنے پر یہ فرض کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی آدم اور اس کی اولاد کے لئے نیک راستے تجویز کرے گا وہ ہر وقت ہر راستے پر بیٹھ کر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا اور شیطان نے یہ کہا کہ مَیں ان کے دلوں میں طرح طرح کی خواہشات پیدا کروں گا تاکہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکتے رہیں۔ مختلف طریقوں سے انسانوں کو ورغلانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اگر ایک دفعہ میرے ہاتھ سے نکل بھی جائیں تو مَیں لگاتار حملے کرتا رہوں گا کیونکہ مَیں تھک کر بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ مَیں دائیں سے بھی حملہ کروں گا، مَیں بائیں سے بھی حملہ کروں گا، پیچھے سے بھی حملہ کروں گا، سامنے سے بھی حملہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس نے ایک طرح کا چیلنج دیا تھا کہ ایسے ایسے طریقوں سے حملہ کروں گا کہ ان میں سے بہتوں کو تو شکرگزار نہیں پائے گا۔ تو خیر وہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جواب دیا لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ناشکرگزار لوگ ہوتے ہیں تو واضح ہو گیا کہ وہ شیطان کے قدموں پر چلنے والے ہیں۔ اور شیطان کے قدموں پر حکم بھی ہے کہ نہ چلو تو اس کا حکم کیا ہے۔ جیسا کہ واضح ہے کہ شیطان کا راستہ اختیار نہ کرو۔ ان باتوں پر عمل نہ کرو جو شیطان کے رستے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ جب انسان مومن بھی ہو، پتہ بھی ہو کہ شیطان کا راستہ کون سا ہے اور پھر یہ بھی پتہ ہو کہ شیطان کا راستہ انتہائی بھیانک راستہ ہے۔ یہ مجھے تباہی کے گڑھے کی طرف لے جائے گا تو پھر کیوں ایسا شخص جو ایک دفعہ ایمان لے آیا ہو شیطان کے راستے کو اختیار کرے گا اور اپنی تباہی کے سامان پیدا کرے گا۔ کوئی عقل والا انسان جس نے ایمان بھی دیکھ لیا ہو، جانتے بوجھتے ہوئے کبھی بھی اپنے آپ کو اس تباہی میں نہیں ڈالے گا۔ تو پھر کیوں مومنین کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ شیطان کے راستے پر مت چلو، اس سے بچتے رہو۔ تو ظاہر ہے یہ وارننگ، یہ تنبیہ اس وجہ سے دی گئی ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ شیطان نے کھلے طور پر آدم کو، اس کی اولاد کو چیلنج دے دیا تھا کہ مَیں تمہیں ورغلاتا رہوں گا اور ایسے ایسے طریقوں سے ورغلاؤں گا، اور ایسی ایسی جہتوں سے حملہ کروں گا کہ تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہو کیا گیا ہے۔ اور یہ حملے ایسے پلاننگ سے اور آہستہ آہستہ ہوں گے کہ تم غیر محسوس طریق پر یہ راستہ اختیار کرتے چلے جاؤ گے میرا مسلک اختیار کرتے چلے جاؤ گے۔

پھر فرمایا۔ ”پھر بے شمار برائیاں ہیں جو شیطان بہت خوبصورت کر کے دکھا رہا ہوتا ہے اور جن سے اللہ کے فضل کے بغیر بچنا ممکن نہیں مثلاً ایک اچھا بھلا شخص جو بظاہر اچھا بھلا لگتا ہے، کبھی کبھار مسجد میں بھی آجاتا ہے، جمعوں میں بھی آتا ہوگا، چندے بھی کچھ نہ کچھ دیتا ہے لیکن اگر کاروبار میں منافع کمانے کے لئے دھوکہ دیتا ہے تو وہ شیطان کے قدموں کے پیچھے چل رہا ہے۔ اور شیطان اس کو مختلف حیلوں بہانوں سے لالچ دے رہا ہے کہ آج کل یہی کاروبار کا طریق ہے۔ اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو نقصان اٹھاؤ گے اور وہ اس کہنے میں آکر، ان خیالات میں پڑ کر، اس لالچ میں دھنستا چلا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جو تھوڑی بہت نیکیاں بجا لا رہا ہوتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتی ہیں اور مکمل طور پر دنیاداری اسے گھیر لیتی ہے اور ایسے لوگ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ شاید اب یہی ہے ہماری زندگی، شاید اب موت بھی نہیں آنی اور ہمیشہ اسی طرح ہم نے رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر نہیں ہونا۔ تو ایسے طریقے سے شیطان ایسے لوگوں کو اپنے قبضہ میں لیتا ہے کہ بالکل عقل ہی ماری جاتی ہے۔ پھر جب ایک برائی آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اٹھ جاتا ہے تو اس طرح پھر ایک کے بعد دوسری برائی آتی چلی جاتی ہے اور ایسے لوگ پھر دوسروں کے حقوق مارنے والے بھی ہوتے ہیں، دوسروں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ بہن بھائیوں کی جائیدادوں کو کھا جانے والے بھی ہوتے ہیں، رحمی رشتوں کو بھلا دینے والے بھی ہو جاتے ہیں۔ غرض ہر قسم کی نیکی، ہر قسم کی برکت ان پر سے، ان کے گھروں سے اٹھ جاتی ہے اور یہ آپ بھی پھر آہستہ آہستہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی اولادیں بھی بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں اور انجام کار یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے لوگ پھر جماعت میں بھی نہیں رہتے۔ تو شیطان کے ایسے پیروکاروں سے اللہ تعالیٰ خود بھی جماعت کو پاک کر دیتا ہے۔ اگر آپ جائزہ لیں تو خود بھی آپ جائزہ لے کر یہی دیکھیں گے اور یہ بڑا واضح اور صاف نظر آجائے گا کہ جماعت کو چھوڑنے والے اکثر ایسے لوگ ہی ہوتے ہیں“۔

(خطبہ جمعہ 12/ دسمبر 2003ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مزید شیطان کے حملوں کے طریق کے بارے میں ہمارے پیارے امام فرماتے ہیں کہ

”یہ بات بھی ہمیں یاد رکھنی چاہئے کہ شیطان کا حملہ ایک دم نہیں ہوتا۔ وہ آہستہ آہستہ حملہ کرتا ہے۔ کوئی چھوٹی سی برائی انسان کے دل میں ڈال کر یہ خیال پیدا کر دیتا ہے کہ اس چھوٹی سی برائی سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ کون سا بڑا گناہ ہے۔ پھر یہ چھوٹی چھوٹی برائیاں بڑے گناہوں کی تحریک کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ڈاکہ اور قتل ہی بڑے گناہ ہیں۔ کوئی بھی برائی جب معاشرے کا امن وسکون برباد کرے تو وہ بڑی برائی بن جاتی ہے۔ انسان کو یہ احساس مٹ جاتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر پاک ہونا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے تو جہاں مستقل مزاجی سے برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے شیطان کے قدموں پر چلنے سے بچنا ہے وہاں مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آکر پاک ہونے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے اور مستقل اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اس سے مدد مانگنا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر انسان شیطان کے حملوں سے بچ نہیں سکتا۔“

(خطبہ جمعہ 11/ مارچ 2016ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

نفس کے شیطان سے بچاؤ کے طریقے

اب جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ شیطان کن کن راہوں سے حملہ کرتا ہے تو اس سے بچنے کی مدد بھی ہم خدا سے ہی مانگیں گے۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ میں ہمیں سکھایا گیا ہے

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

ہمارے پیارے امام فرماتے ہیں۔

”حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں۔ کہ ایک بزرگ تھے جن کے پاس ان کا شاگرد کافی عرصہ رہا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ جب وہ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے گھر جانے لگا تو اس بزرگ نے اس سے دریافت کیا کہ میاں! تم اپنے گھر جا رہے ہو کیا تمہارے ملک میں شیطان ہے؟ وہ یہ سوال سن کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے کہا شیطان بھلا کہاں نہیں ہوتا۔ ہر ملک میں شیطان ہوتا ہے اور جہاں مَیں جا رہا ہوں وہاں بھی شیطان موجود ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ اگر وہاں شیطان ہے تو پھر جو کچھ تم نے میرے پاس رہ کر علم حاصل کیا ہے جب اس پر عمل کرنے لگو گے تو لازماً شیطان تمہارے رستہ میں روک بن کر حائل ہوگا۔ ایسی حالت میں تم کیا کرو گے؟ وہ کہنے لگا مَیں شیطان کا مقابلہ کروں گا، اس سے لڑوں گا۔ وہ بزرگ کہنے لگے بہت اچھا تم نے شیطان کا مقابلہ کیا اور وہ تمہارے دفاع کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا۔ لیکن جب پھر تم عمل شروع کرو گے وہ حملہ کرے گا تو پھر کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا پھر مَیں شیطان کا مقابلہ کروں گا۔ پھر اگر وہ دوڑ جائے گا پھر عمل کرنے لگو گے تو پھر آجائے گا۔ جب دو تین دفعہ اس نے پوچھا تو شاگرد نے کہا کہ مجھے تو سمجھ نہیں آئی آپ مجھے بتائیں میں کس طرح مقابلہ کروں۔ جب میں مقابلہ کرنے لگوں گا تو شیطان دوڑ جائے گا۔ جب میں عمل کرنے لگوں گا تو شیطان پھر آجائے گا۔ تو بزرگ نے کہا کہ اگر تم اپنے کسی دوست کے گھر جاؤ اور اس کے دروازے پر ایک کتا بندھا ہو اور وہ تمہیں کاٹنے کو پڑ جائے تو تم کیا کرو گے۔ اس نے کہا میں اس کا مقابلہ کروں گا جو میرے ہاتھ میں سوٹی ہے، چھڑی ہے یا زمین پر کوئی روڑہ پتھر نظر آئے تو اس کو ماروں گا اور اس کو بھگا دوں

گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے دوڑ گیا۔ پھر جب تم اس کے دروازے میں داخل ہونے لگو پھر تمہاری ٹانگ پکڑ لے گا تو پھر کیا کرو گے۔ کہا پھر مَیں اسی طرح ماروں گا۔ تو دو تین دفعہ جب انہوں نے پوچھا کہ کیا کرو گے کتے کے ساتھ۔ تو کہنے لگا آخر میں یہی ہو گا کہ اس دوست کو آواز دوں گا کہ تمہارا کتا مجھے آنے نہیں دے رہا تم میری جان چھڑاؤ اس سے۔ تو اس بزرگ نے کہا کہ یہی شیطان کا حال ہے۔ شیطان بھی اللہ میاں کا کتا ہے۔ جب انسان پر بار بار حملہ آور ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہ ہونے دے تو اس کا یہی علاج ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارو اور اسے آواز دو کہ اے اللہ! مَیں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں مگر آپ کا یہ کتا مجھے آنے نہیں دیتا۔ اسے روکئے تا کہ مَیں آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے روک دے گا اور انسان شیطان کے حملے سے محفوظ ہو جائے گا۔ تو فرماتے ہیں کہ غرض طہارت کامل جس کے بعد کوئی ارتداد اور فسق نہیں ہوتا محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ پہلے انسان آپ پاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگے، اس کے آگے روئے، گڑگڑائے کہ مجھے شیطان سے بچا تو پھر اللہ تعالیٰ کا فضل بھی شامل حال ہو جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے جسے انسانی دعائیں اپنی طرف کھینچتی رہتی ہیں۔ تو یہ ہے شیطان سے بچنے کا طریقہ کہ شیطان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاؤ اور غیر اللہ سے دل نہ لگاؤ۔

پھر حدیث میں شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے یہ دعا سکھائی ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کیا مَیں تمہیں ایک ایسی دعا نہ بتاؤں جو ہمیں رسول اللہ ﷺ سکھایا کرتے تھے۔ وہ یہ دعا تھی کہ اے اللہ! مَیں عاجز آجانے، سستی، بخل، بزدلی، انتہائی بڑھاپے اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ اے میرے اللہ میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر۔ وَزَكِّهَا وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اور اس کو، نفس کو پاک کر اور تُو ہی بہترین پاک کرنے والا ہے۔ انسان کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں ہی ہوں جسے چاہتا ہوں پاک کرتا ہوں تُو اس کا ولی اور اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ! مَیں ایسے دل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو خشوع اختیار نہیں کرتا اور ایسے دل سے جو کبھی سیر نہیں ہوتا اور ایسے علم سے جو نفع نہیں دیتا۔ اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

(سنن نسائی کتاب الاستعاذہ باب الاستعاذہ من العجز)

(خطبہ جمعہ 12/ دسمبر 2003ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، بحوالہ۔الاسلام ویب سائٹ)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شیطانی نفس کے مارنے کے طریقوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جب کوئی مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو قصور آخر بندے کا ہی ہوتا ہے۔‘‘ (مصیبتوں میں گرفتار ہونے کے بعد یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصیبت آ گئی۔ نہیں۔ قصور بندے کا ہوتا ہے۔) ’’خدا تعالیٰ کا تو قصور نہیں۔ بعض لوگ بظاہر بہت نیک معلوم ہوتے ہیں اور انسان تعجب کرتا ہے کہ اس پر کوئی تکلیف کیوں وارد ہوئی یا کسی نیکی کے حصول سے یہ کیوں محروم رہا لیکن دراصل اس کے مخفی گناہ ہوتے ہیں جنھوں نے اس کی حالت یہاں تک پہنچائی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ بہت معاف کرتا ہے اور درگذر فرماتا ہے اس واسطے انسان کے مخفی گناہوں کا کسی کو پتا نہیں لگتا۔ مگر مخفی گناہ دراصل ظاہر کے گناہوں سے بدتر ہوتے ہیں۔ گناہوں کا حال بھی بیماریوں کی طرح ہے۔ بعض موٹی بیماریاں ہیں‘‘ (یعنی ظاہر کی بیماری) ’’ہر ایک شخص دیکھ لیتا ہے کہ فلاں بیمار ہے۔ مگر بعض ایسی مخفی بیماریاں ہیں کہ بسا اوقات مریض کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کوئی خطرہ دامن گیر ہو رہا ہے۔ ایسا ہی تپ دق ہے کہ ابتدا میں اس کا پتا بعض دفعہ طبیب کو بھی نہیں لگ سکتا یہاں تک کہ بیماری خوفناک صورت اختیار کرتی ہے۔‘‘ (بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ آخری سٹیج پر جا کر پتا چلتا ہے۔ بعض دفعہ کینسر کے مریض ہیں۔ اچھا بھلا صحت مند انسان بظاہر لگ رہا ہوتا ہے اور ایک دم پتا لگتا ہے کہ کینسر ہے اور ایسی سٹیج پر چلا گیا ہے جہاں اب کوئی علاج نہیں۔ پھیل چکا ہے اور مہینے کے اندر اندر انسان ختم ہو جاتا ہے۔ پس فرمایا کہ جس طرح بیماری کا پتا نہیں لگتا) ’’ایسا ہی انسان کے اندرونی گناہ ہیں جو رفتہ رفتہ اسے ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے رحم کرے۔ قرآن شریف میں آیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس: 10) کہ اس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ لیکن تزکیۂ نفس بھی ایک موت ہے۔ جب تک کہ کُل اخلاق رذیلہ کو ترک نہ کیا جاوے تزکیۂ نفس کہاں حاصل ہوتا ہے۔‘‘ (جتنے بیہودہ گندے گھٹیا اخلاق ہیں جب تک ان کو ترک نہیں کرو گے جن پہ شیطان چلانا چاہتا ہے۔ فحشاء اور منکر پر چلانا چلاتا ہے۔ منکر کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہر ایسی چیز جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ منکر ہے۔ جب تک کُل اخلاق رذیلہ کو ترک نہ کیا جاوے تزکیۂ نفس کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔) ’’ہر ایک شخص میں کسی نہ کسی شر کا مادہ ہوتا ہے وہ اس کا شیطان ہوتا ہے جب تک کہ اس کو قتل نہ کرے کام نہیں بن سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 280-281۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

پس جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ کی ضرورت ہے اور اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔

شیطان کو مارنے کے لئے کیا اور کس طرح ہمیں قدم اٹھانا چاہئے اس بارے میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں۔ پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر بنے۔ صحابہ کرام نے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہوئے اور کھوئے گئے کہ ان کے وجود میں اور کچھ باقی رہا ہی نہیں تھا۔ جو کوئی ان کو دیکھتا تھا ان کو محویت کے عالم میں پاتا تھا‘‘۔ (اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنانے میں ڈوبے ہوئے تھے۔) ’’پس یاد رکھو کہ اس زمانے میں بھی جب تک وہ محویت اور وہ اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہو گی جو صحابہ کرام میں پیدا ہوئی تھی مریدوں معتقدوں میں داخل ہونے کا دعویٰ تب ہی سچا اور بجا ہو گا۔ یہ بات اچھی طرح پر اپنے ذہن نشین کر لو کہ جب تک یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم میں سکونت کرے اور خدا تعالیٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں اس وقت تک شیطانی حکومت کا عمل و دخل موجود ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 168-169۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

(خطبہ جمعہ 11/ مارچ 2016ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

نفس کا محاسبہ کرتے رہو

حضرت عمر فاروقؓ کا ایک قول ہے کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا کہ بندے کو ہمیشہ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے قبل اس کے کہ کوئی اور حساب کتاب لے۔

اپنے نفس کو بدیوں سے بچا کر نیک راہوں پر چلانے کے لئے سب سے بہترین اور اولین طریقہ ہمیں پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے عملاً سکھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے خدا سے نمازوں میں رو رو کر دعائیں مانگیں اور شیطان مردود کے شر سے بچنے کے لئے اس کی مدد طلب کرتے رہیں۔ نفس کی بدیوں سے حفاظت اور نیکیوں میں ترقی کے لئے آپؐ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔ جو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے۔ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ۔

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ حضرت ام سلمہؓ نے اس دعا کو کثرت سے اور باقاعدگی سے پڑھنے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہؓ! انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، جسے چاہے ثابت قدم رکھے اور جسے چاہے ٹیڑھا کر دے، اس لیے اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

ایک اور موقع پر آپؐ محاسبہ نفس کے متعلق فرماتے ہیں:

عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کا خواہش مند رہے۔

(جامع ترمذی کتاب الزھد)

اے میری الفت کے طالب
یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو،
وہ ان باتوں میں کیسا ہے

(کلامِ محمود)

حرف آخر

اللہ کرے کہ ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کی کوشش کریں۔ تمام فحشاء اور منکر سے بچیں۔ تمام قسم کی برائیوں سے بچیں۔ ہر قسم کے تکبر سے بچیں۔ اپنے نفس کے تزکیہ کی کوشش کرتے رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ ہمیشہ ہماری نظر خدا تعالیٰ پر ہو اور وہی ہمارا رب رہے۔ ہمیشہ اسی کی مالکیت ہمارے دلوں پر قبضہ جمائے رکھے۔ وہی ہمارا معبود رہے اور اس کو ہم ہمیشہ پکارنے والے بنے رہیں اور شیطان کے قدموں پر چلنے سے بچتے رہیں۔ آمین

نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دِمار

(مناجات اور تبلیغ حق۔ درثمین اردو)

مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

قسط نمبر 14

سوال: ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے عورتوں کے مخصوص ایام میں موبائل فون پر قرآن کریم پڑھنے کے بارہ میں مسئلہ دریافت کیا ہے۔ نیز پوچھا ہے کہ قرآن کریم میں حضرت مریم کیلئے ''اصطفاء'' کا لفظ استعمال کیوں کیا گیا ہے جبکہ وہ عورت تھیں اور نبی نہیں تھیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 14 جنوری 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور نے فرمایا:۔

جواب: عورت کو قرآن کریم کا جو حصہ زبانی یاد ہو، وہ اسے ایام حیض میں ذکر و اذکار کے طور پر دل میں دہرا سکتی ہے۔ نیز بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کیلئے قرآن کریم کا کوئی حصہ پڑھ بھی سکتی ہے لیکن باقاعدہ تلاوت نہیں کر سکتی۔ اسی طرح ان ایام میں عورت کو کمپیوٹر یا موبائل فون وغیرہ پر جس میں اسے بظاہر قرآن کریم پکڑنا نہیں پڑتا باقاعدہ تلاوت کی تو اجازت نہیں لیکن کسی ضرورت مثلاً حوالہ تلاش کرنے کیلئے یا کسی کو کوئی حوالہ دکھانے کیلئے کمپیوٹر یا موبائل فون وغیرہ پر قرآن کریم سے استفادہ کر سکتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں تک قرآن کریم میں حضرت مریم کیلئے ''اصطفاء'' کے لفظ کے استعمال کی بات ہے تو قرآن کریم اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لفظ صرف انبیاء کیلئے استعمال نہیں ہوا بلکہ کسی بھی غیر معمولی اور اہم کام کیلئے کسی کو منتخب کرنے کیلئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کے اپنے بچوں کو یہ بتانے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اس غیر معمولی دین کو چن لیا ہے، اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ۔

(البقرۃ:133)

یعنی اے میرے بیٹو! اللہ نے یقیناً اس دین کو تمہارے لئے چن لیا ہے۔ پس ہر گز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ کے) پورے فرمانبردار ہو۔

پھر آل ابراہیمؑ اور آل عمران کی اُس زمانہ کے لوگوں پر فضیلت بیان کرنے کیلئے قرآن کریم نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ۔

(آل عمران:34)

یعنی اللہ نے آدم اور نوح (کو) اور ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو یقیناً سب جہانوں پر فضیلت دی تھی۔

اسی طرح حدیث میں بھی آتا ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا ذکر سب سے زیادہ پسند ہے تو آپ نے فرمایا:

مَا اصْطَفَاهُ اللّٰهُ لِمَلَآئِكَتِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ۔

(سنن ترمذی کتاب الدعوات)

یعنی جو ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کیلئے پسند کیا ہے اور وہ ہے کہ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ۔

پس ''اصطفاء'' کے معنی اختیار کرنے، پسند کرنے اور چن لینے کے ہیں۔ یعنی کسی کی نہایت اعلیٰ صفات کی بناء پر اسے قریب کرنے یا اس کے نیک اعمال کی وجہ سے اسے اپنے قرب میں جگہ دینے کے ہیں۔

حضرت مریمؑ اگرچہ خدا تعالیٰ کی نبی تو نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی اعلیٰ صفات سے متصف فرمایا تھا کہ ان کی انہیں صفات کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کے ایک نبی حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں ان جیسی اولاد کے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی اور پھر حضرت زکریاؑ کی دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت یحیٰ علیہ السلام کی صورت میں ایک نبی بیٹے سے نوازا۔

بنی اسرائیل کی خدا تعالیٰ کے انبیاء کی مسلسل نافرمانی کرنے، ان کے ساتھ استہزاء کرنے اور ان کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کے بطن سے ایک نبی بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور اس بچہ کی پیدائش میں بنی اسرائیل میں سے کسی مرد کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے نبوت جیسی عظیم نعمت ہمیشہ کیلئے چھین لی گئی۔

پس ان غیر معمولی صفات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کیلئے قرآن کریم میں ''اصطفاء'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

سوال: ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جنگ جمل میں شہید ہونے والوں کے مقام کے بارہ میں، عورت کی آدھی گواہی تصور کرکے حضرت عائشہؓ سے مروی احادیث کے مقام کے بارہ میں نیز مخنث کی وراثت اور گواہی کے بارہ میں مسائل دریافت کئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 14 جنوری 2020ء میں ان سوالات کے درج ذیل جوابات عطاء فرمائے۔ حضور نے فرمایا:

جواب: جنگ جمل کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی ساری کارروائی کے پیچھے ان مفسدوں اور شریر لوگوں کا ہاتھ تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے بعد مدینہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور یہ جنگ بھی انہیں مفسدوں نے دو مسلمان گروہوں میں غلط فہمیاں پیدا کر کے اور کئی شرارتوں کو خود شروع کر کے بھڑکائی تھی۔ اُس زمانہ کی تاریخ اور ہمارے اِس زمانہ کے درمیان صدیوں کے پردے، بہت سی مشتبہ باتیں اور روایتیں حائل ہیں نیز کئی قسم کے شبہات جان بوجھ کر بھی اس میں داخل کئے گئے ہیں۔

لیکن دائمی حقیقت وہی ہے جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رسول ﷺ اور حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کے بارہ میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ جیسے قابل رشک الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اور بعد میں آنے والوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے بارہ میں یہ دعا کرتے ہیں کہ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔

پس ان شواہد کی موجودگی میں ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس جنگ میں منافقین کے شر اور دھوکہ کا شکار ہو کر دونوں طرف سے شہید ہونے والے یقیناً معصوم لوگ تھے۔ جن کے بارہ میں ہمیں کوئی اختیار نہیں کہ ہم حَکم بن کر ان کے بارہ میں کوئی فتویٰ جاری کریں کہ ان کا کیا مقام ہے۔

عورت کی گواہی کے متعلق یہ تصور درست نہیں کہ اس کی گواہی آدھی ہے۔ ایسے امور جن کا روزمرہ کے معاملات میں عورتوں سے تعلق نہیں ہوتا اگر ان میں مجبوراً عورت کی گواہی لینی پڑ جائے تو قرآن کریم نے ہدایت فرمائی ہے کہ گواہی دینے والی عورت کے ساتھ ایک دوسری عورت کو بھی شامل کر لیا جائے (چونکہ ان معاملات کا تعلق عورتوں سے نہیں ہے لہٰذا) اگر گواہی دینے والی عورت کسی وجہ سے بات بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد کروا دے۔ ورنہ گواہی اس اکیلی عورت ہی کی شمار ہو گی۔

اور جو معاملات خاص طور پر عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں ایک اکیلی عورت کی گواہی پر حضور ﷺ نے پورے معاملہ کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ روایت مروی ہے کہ حضرت عقبہ بن حارثؓ نے ایک خاتون سے شادی کی۔ اس پر ایک عام عورت نے آ کر کہا کہ اس نے اس شادی میں بندھنے والے میاں بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ خاوند کے اس عورت سے دودھ پینے سے لاعلمی کے اظہار کے باوجود حضور ﷺ نے ان میاں بیوی میں علیحدگی کروا دی۔

جہاں تک مخنث کے حصۂ وراثت کا تعلق ہے تو جس طرف کی علامتیں اس میں غالب ہوں گی، اسی کے مطابق اسے وراثت میں سے حصہ ملے گا۔ اگر اس میں مرد کی علامتیں غالب ہیں تو مردوں والا حصہ اسے ملے گا اور اگر اس میں عورت کی علامات غالب ہوں تو اسے عورت تصور کر کے اس کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔ اگر دونوں قسم کی علامتیں برابر ہوں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ دونوں حصوں میں سے چھوٹا حصہ اسے ملے گا۔

سوال: ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں استفسار کیا کہ کیا مذہب کی دنیا میں چالیس کے عدد کی کوئی خاص اہمیت ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 14 جنوری 2020ء میں اس بارہ میں درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب: قرآن وحدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جسمانی پختگی اور روحانی تکمیل کے ساتھ چالیس کے عدد کو ایک خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً۔ یعنی جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔ یعنی ہم نے موسیٰ کے ساتھ تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں دس (مزید راتوں) کے ساتھ مکمل کیا۔ پس اُس کے ربّ کی مقررہ مدت چالیس راتوں میں تکمیل کو پہنچی۔

ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت کے مقام پر سرفراز فرمایا گیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی صورت میں، چالیس دن تک علقہ کی صورت میں اور چالیس دن تک مضغہ کی صورت میں رہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیج کر اس میں روح پھونکتا ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص چالیس دن تک باجماعت نماز اس طرح پڑھے کہ تکبیر تحریمہ میں شامل ہو تو اس کیلئے آگ اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں چالیس دن کا چلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین اسلام کے شرف اور آنحضرت ﷺ کی صداقت وعظمت کے اظہار کیلئے ایک موعود بیٹے کی عظیم الشان بشارت سے نوازا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے پاس چالیس دن تک رہے گا وہ ضرور کچھ اللہ تعالیٰ کے نشانات کا مشاہدہ کر لے گا۔

پھر چالیس سال کی عمر پختگی کی عمر کہلاتی ہے۔ اسی لئے جماعت میں انصار اللہ کی تنظیم چالیس سال کی عمر والوں سے شروع کی جاتی ہے۔

پس ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ چالیس کا عدد دنیوی لحاظ سے پختگی کیلئے اور روحانی دنیا میں تکمیل کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

سوال: ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دریافت کیا کہ یاجوج ماجوج کون ہیں؟ نیز یہ کہ کیا آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 14 جنوری 2020ء میں ان امور کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: آخری زمانہ میں اسلام نے جن مصائب اور فتنوں سے دوچار ہونا تھا، ان میں دجال اور یاجوج ماجوج کا خاص طور پر ذکر آتا ہے۔ اور دجال اور جاجوج ماجوج ایک ہی فتنہ کے مختلف مظاہر ہیں۔ دجال اس فتنہ کے مذہبی پہلو کا نام ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ گروہ آخری زمانہ میں لوگوں کے مذہبی عقائد اور مذہبی خیالات میں فساد پیدا کرے گا۔ اور اس زمانہ میں جو گروہ سیاسی حالات کو خراب کرے گا اور سیاسی امن و امان کو تباہ و برباد کرے گا اس کو یاجوج ماجوج کا نام دیا گیا ہے۔ اور ہر دو گروہوں سے مراد مغربی عیسائی اقوام کی دنیوی طاقت اور ان کا مذہبی پہلو ہے۔

لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے ذریعہ ہمیں یہ خبر بھی دی کہ جب دجال اور یاجوج ماجوج کے فتنے برپا ہوں گے اور اسلام کمزور ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسلام کی حفاظت کیلئے مسیح موعود کو مبعوث فرمائے گا۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس مادی طاقت نہ ہو گی لیکن مسیح موعود کی جماعت دعاؤں اور تبلیغ کے ساتھ کام کرتی چلی جائے گی۔ جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو خود ہلاک کر دے گا۔

آپ کا دوسرا سوال کہ کیا حضور ﷺ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا؟ اس کا جواب ہمیں احادیث سے ملتا ہے کہ حضور ﷺ نے آنے والے مسیح موعود کو خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا۔ اور ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جیسے تم نے بہترین رنگ کے گندمی آدمی دیکھے ہوں گے ان سے بھی اچھا تھا۔ اس کے بال دونوں شانوں تک سیدھے لٹکتے تھے۔ اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اور وہ دو آدمیوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ مسیح بن مریم ہیں۔ پھر میں نے ان کے پیچھے ایک اور آدمی کو دیکھا جو سخت گھنگریالے بالوں والا، داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ اور ابن قطن (ایک کافر) سے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ وہ ایک آدمی کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کے گرد گھوم رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ (معراج کی رات) میں نے عیسیٰ موسیٰ اور ابراہیم (علیہم السلام) کو دیکھا۔عیسیٰ (علیہ السلام) تو سرخ رنگ، گھنگریالے بال اور چوڑے سینہ کے آدمی تھے۔ رہے موسیٰ (علیہ السلام) تو وہ گندم گوں اور موٹے تازے سیدھے بالوں والے آدمی تھے گویا وہ (قبیلہ زط) کے آدمی ہیں۔

پس ان دونوں روایات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دو الگ الگ حلیوں کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مسیح موسوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا لیکن انہیں وفات یافتہ انبیاء حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کے ساتھ دیکھا۔ اور اپنے روحانی فرزند اور غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دیکھا جس نے دجال کے زمانہ میں مبعوث ہو کر اس کا مقابلہ کر کے اسلام کا دفاع کرنا تھا۔ اور اسے آپ نے طواف کعبہ کرتے دیکھا۔

سوال:۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہالینڈ کی نومبائعات طالبات کی Virtual ملاقات مؤرخہ 23 اگست 2020ء میں ایک طالبہ نے عرض کیا کہ ہم آن لائن ایک گُردی گروپ میں تبلیغ کر رہے ہیں جس میں بعض ملاں بھی شامل ہیں جو پاکستان سے پڑھے ہوئے ہیں۔ اگر اس گروپ کے لوگ ہماری بات سننے میں دیانتدار نہ ہوں تو کیا ہم اس گروپ میں تبلیغ کرتے رہیں یا نہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس بارہ میں راہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

جواب:۔ اگر اس نے صرف بحث کرنی ہے تو اس میں وقت ضائع کرنے کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ کچھ بہتر لوگوں کو Approach کریں اور ان کو تبلیغ کریں، جو سننے والے بھی ہوں۔ اور جو ڈھیٹ ہے اور جس نے صرف بحث کرنی ہے اور اعتراض پہ اعتراض کرتے رہنا ہے اور کوئی Sense والی بات نہیں کرنی تو اس پہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر تو اس کی نیت نیک ہے، وہ سننا چاہتا ہے اور اپنے اخلاق کے دائرہ میں Moral Codes کے اندر رہ کے بات کرتا ہے، پھر تو ٹھیک ہے، بات ہوسکتی ہے۔ اگر وہ غلط قسم کی باتیں کرتا ہے تو پھر اس کو چھوڑیں اور کوئی اور لوگ دیکھیں جو شریفانہ طور پہ بات کرسکیں، دلیل سے بات کریں اور اپنی بات کیلئے دلیل دیں اور ہماری دلیل سنیں۔ پھر اس کا پوری طرح انصاف کے ساتھ Analysis کریں، پھر دیکھیں کہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے۔

سوال:۔ اسی ملاقات میں ایک طالبہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کے والدین کی کونسی نصیحت آپ کیلئے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ یہی کہ کبھی جھوٹ نہیں بولنا۔

سوال:۔ ایک طالبہ نے کہا کہ آجکل سوشل میڈیا میں خبر پھیلی ہے کہ کپڑوں کے بڑے بڑے Brands کرونا وائرس کی وجہ سے پاکستان اور بنگلہ دیش میں اپنے غریب ملازمین کو ان کا پورا حق نہیں دیتے۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ ان Brands کا بائیکاٹ ہونا چاہیئے۔ حضور کا اس بارہ میں کیا ارشاد ہے؟ اس سوال پر حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ سوال یہ ہے کہ یہاں کی یہ جو بڑی کمپنیاں ہیں وہ تو پیسے دے دیتی ہیں۔ کیونکہ یہ تو Direct اپنے Labours کے یا جو بھی ان کے ساتھ Workers ہیں ان کے پاس نہیں جاتے۔ وہاں کے کچھ لوگ ہیں جو Contract لیتے ہیں، وہ آگے Contract پہ کام کرواتے ہیں ۔ یہ بڑی کمپنیاں ان کو Contract دے دیتی ہیں اور وہ آگے پھر Local Labour سے کام لیتے ہیں۔ اور وہ اگر ان کو صحیح طرح لیبر نہیں دیتے تو وہ Exploit کرتے ہیں۔ تو وہ اُس ملک کے رہنے والوں کا قصور ہے۔ یہاں کی کمپنیوں کا تو قصور اتنا نہیں۔ کیونکہ عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ یہ لوگ تو پیسے دے دیتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ الا ماشاء اللہ شاید کوئی ہو جو نہ دیتی ہو۔ کیونکہ ان کے بڑے بڑے بزنس چل ہی اس لئے رہے ہیں کہ یہ Fair بزنس کرنے والے ہیں اور جو بھی لیبر مقرر ہو انصاف سے دیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تھوڑی لیبر دیتے ہیں۔ اور یہ اور بات ہے کہ وہ کام بنگلہ دیش سے یا سری لنکا سے یا انڈیا سے یا پاکستان سے یا کسی بھی اور غریب ملک سے کرواتے ہی اس لئے ہیں کہ یہاں تھوڑی لیبر پہ کام ہو جائے گا۔ لیکن جو بھی لیبر ان کی مقرر ہوتی ہے وہ دے دیتے ہیں۔

آگے جو ان کے Sub-Contractors ہیں، جنہوں نے آگے جن کو Contract دیا ہوتا ہے اور پھر آگے وہ Labour سے کام لیتے ہیں وہ اصل میں Cheat کر رہے ہوتے ہیں۔ تو بائیکاٹ کرنے سے کیا فائدہ ہے، جو تھوڑی بہت ان کی آمدنی ہے وہ بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ باقی وہاں کے ملک کا جو قانون ہے، بنگلہ دیش یا جس ملک میں بھی یہ غلط کام ہو رہا ہے وہاں کا قانون ہے، اُن کو چاہیئے کہ اپنی Labour کا خیال رکھیں اور جو بیچ میں ایسے لوگ ہیں ان سے صحیح ان کا حق دلوائیں۔

15جون2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:10	19:04
مدینہ منورہ	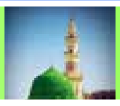	04:01	19:12
قادیان	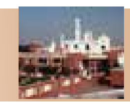	03:43	19:36
ربوہ		03:23	19:15
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:18	21:20